رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۹۲

فون نمبر
۳۰۷۱
۳۰۲۱

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

ہفت روزہ

المنبر

لائل پور

رئیس التحریر
عبدالرحیم اشرف

جلد ۱۳
شمارہ ۳۵
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ
مطابق
۲۱ نومبر ۱۹۶۸ء

قیمت
فی پرچہ
۲۵
پیسے

سیاسی بحران یا ملی انتشار کا ایک حل

اصحابِ اقتدار اور احزابِ اختلاف دونوں سے !

جسٹس محبوب مرشد بھی میدانِ سیاست میں تشریف لے آئے۔ تحریک جمہوریت کے قائدین اور ایئر مارشل اصغر خان کو سیاست کے [illegible] جسٹس محبوب مرشد اور اسی طرح کے دو چار دوسرے حضرات [illegible] کی حیثیت اختیار کر لیں۔ اس کا ایک خوشگوار نتیجہ جلد ہی اس صورت میں رونما ہو گا کہ [illegible] اور اسی طرح اصحاب اقتدار [illegible] سیاسی قیادت میں [illegible] کے اعتبار سے جو خلا محسوس ہو [illegible] اس میں [illegible] واقع ہو جائے گی [illegible] صحت مند سیاست کی طرح ڈال کر میدان میں آ گئیں تو یہ [illegible] سے پیدا ہونے والی افراتفری [illegible] کی صورت اختیار کرے گی۔

[illegible] اقتدار [illegible] اور ذات مسئلہ کے لئے [illegible] سے زیادہ اہم ہے [illegible] اور حزب اختلاف کے ساتھ [illegible] انتشار اور اضطراب [illegible] صحت مند [illegible] ہو جائیں گے۔

اگر خدانخواستہ [illegible] انتخابات سے قبل [illegible] پریشان کن صورت حال پیدا ہو جائے گی [illegible] اقتدار [illegible] پاکستان کے وقار کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

[illegible] حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں کے

سامنے یکساں طور پر پیش کی جا سکتی ہے لیکن فی الحقیقت اس کا رخ حزب اقتدار ہی کی جانب ہونا چاہیئے [illegible] با اثر اور قابل اعتماد افراد [illegible] حزب اقتدار اور احزاب اختلاف میں رابطے کا ذریعہ بنیں [illegible] ثانیاً وہ دونوں گروہ اس جانب مائل کریں کہ وہ جنگ کی بجائے صلح کا راستہ اختیار کریں اور ثالثاً [illegible] معلومات و تجربات کی روشنی میں [illegible] دونوں گروہوں کے مابین ہو [illegible] ایک گول میز کانفرنس کا اہتمام کیا جائے [illegible] اور ان کے مخصوص رفقاء اور جملہ احزاب اختلاف (نظام اسلام پارٹی، پیپلز پارٹی، جمعیت علماء اسلام، تحریک جمہوریت وغیرہ) اور شخصاً مسٹر جسٹس محبوب مرشد اور ایئر مارشل اصغر خان اور [illegible] عوام و خواص کے نزدیک [illegible] اور [illegible] کی بنا پر ممتاز علماء دین پر مشتمل ہو۔ اس کانفرنس میں [illegible] تمام آئینی اور دینی و سیاسی مسائل پر بحث ہو اور یہ اس وقت تک جاری رہے جب تک ان مسائل میں کوئی مشترکہ فیصلہ نہ ہو جائے۔

یہ بات پورے اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر چند با اثر مخلص حضرات اس کام کو بلا تاخیر شروع کر دیں [illegible] اور [illegible] باعث [illegible] کے مستحق ہوں گے وہ [illegible] جائیں گے [illegible] کے خطاب سے یاد کرے گا اور [illegible] پاکستان کے بعد دوسری اہم کامیابی تصور کیا جائے گا۔

کیا یہ توقع ہے کہ کچھ درد مند دل اس وقت کے اس عظیم ترین فرض کی ادائیگی کے لئے آگے بڑھیں اور حق اور رضا دونوں کے [illegible] قبول [illegible] کے مستحق ہوں۔

یادِ رفتگاں

ادارہ اموات کم بالخیر

حاجی برکت علی صاحب جالندھری غفر اللہ لہٗ

اللہ تعالیٰ اگر قبول فرمائیں تو کسی کی ایک اچھا عمل بھی اس کی بخشش و مغفرت کا باعث بن سکتا ہے۔ ۸۰ برس کی عمر میں نماز کا اہتمام عزیز وں کے ساتھ جذبہ شفقت صدقات و خیرات، دینی کاموں میں دلچسپی اور بیکسوں کی خبر گیری کرتے رہنا، مریضوں کے لئے مفت معالجہ میں دلچسپی یہ سب کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں اور اگر اللہ کا کوئی بندہ انہیں زندگی بھر انجام دیتا رہے تو اللہ رؤف و رحیم کی رحمت سے توقع ہے کہ وہ اس کی لغزشوں، کوتاہیوں، غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اور اسے اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے گا۔ اللہ رحمان و رحیم کی رحمت کی امید اس بزرگ شخصیت سے ہے جو حاجی برکت علی جالندھری مرحوم و مغفور کی صورت میں گزشتہ تیس برس سے ہمارے سامنے رہی اور ہم نے انہیں اس طویل مدت میں اسی حالت میں دیکھا کہ وہ دینی کاموں میں حصہ لیتے، نماز ادا کرتے، تہجد کا اہتمام کرتے، مدارس عربیہ کی مدد کرتے۔

جالندھر میں آپ کا کپڑے کا کاروبار بیتی تو میں تھا۔ اس وقت بھی انہیں دیکھا، وہ اسی حال میں تھے اور عمر حضرات سے معلوم ہوتا رہا کہ وہ اس سے پہلے بھی اچھی نیکیوں کا انجام دیتے رہے۔ بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ جو بات کان میں پڑ گئی اس پر عمل پیرا ہوئے۔ مسئلہ سن لیا کہ قبروں میں دفن کرتے وقت پختہ اینٹ قبر میں نہ لگانی چاہیئے، جالندھر کے متعدد قبرستانوں کے لئے انتظام کر دیا کچی اینٹیں ہمیشہ موجود رہیں۔ یہ معلوم ہوتا رہا کہ ان کی خرید اور فراہم کردہ اینٹیں مجاور اور گورکن قیمتاً فروخت کرتے ہیں تو فرماتے "یہ تو سب کو مرنے والوں کو آگ سے بچنے کا ذریعہ، بغیر قیمت میسر کیا جاتا ہے" ۔۔۔۔ کسی عالم دین سے معلوم ہوا کہ مسجد میں امام کے دائیں جانب پہلی صف میں کھڑا ہونا زیادہ ثواب کا باعث ہے اور جو افراد آسمان سے نازل ہوتے ہیں ان کا بیشتر حصہ صف اول کے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ بیس بائیس برس تک مسجد میں یہ معمول رہا کہ منبر کے قریب صف اول میں دائیں جانب حاجی صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور وہ اس جگہ کو حاصل کرنے کے لئے خطبہ سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ قبل ہی تشریف لے آتے اور اپنی وفات سے کوئی ایک سال قبل تک اس اہتمام میں فرق نہ کیا۔ انہیں آنے میں دشواری ہوتی مگر وہ شدید حد تک معذور ہو چکے تھے۔ ۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ راقم ہر جمعہ جو منبر پر خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ نشست خالی دیکھ کر ان کو یاد کرتا ہے، والوں کی یاد آتی ہے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا دل سے نکلتی ہے۔ ایک نشست مرحوم و مغفور حاجی برکت علی صاحب کی منبر سے بالکل متصل اور دوسرے حاجی شرف الدین غفر اللہ تعالیٰ حیدرآبادی کی منبر کے سامنے ۔۔۔۔ ان دونوں حضرات کا یہ معمول رہا ہے کہ جب تک چلنے کی سکت رہی مسجد میں آنے کی کوشش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول فرمائیں اور ان کے ورثاء کو توفیق دیں کہ وہ ان نقش قدم پر چلیں۔

حاجی برکت علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اولاد دولت دونوں سے بھرپور نوازا، حاجی رحمت علی صاحب، خواجہ حسن دین صاحب، خواجہ عبدالرحمان صاحب، خواجہ عبدالرحیم صاحب، خواجہ ریاض احمد صاحب، خواجہ

۔۔۔۔ بیٹے کیسی کیسے باپ کے ۔۔۔۔ مدینہ کا یہ قرآن اور اس کی خدمت کو ذریعہ نجات سمجھنے والے ۔۔۔۔ وفات سے چند یوم قبل حاجی رحمت علی صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ اس غرض سے مصروف ہو رہے تھے کہ آخری ایام میں حاجی صاحب کی خدمت کی سعادت انہیں میسر آئی۔ یہ ان کی خوش بختی ہے ساتھ ہی کہنے لگے خواجہ حسن دین صاحب اصرار کر رہے ہیں کہ اب ہمیں موقع دیں کہ بابا جی کو اپنے ہاں لے جائیں مگر میرا اصرار یہ ہے کہ انہیں یہیں ہی رہنے دیں ۔۔۔۔ اسی والہانہ جذبے کا اظہار خواجہ عبدالرحمان نے حاجی صاحب کی وفات پر کیا جبکہ میں گیا۔ اور فرمانے لگے ہم سب کہ روزانہ حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ سمجھتے ہیں۔ خواجہ عبدالرحیم و خواجہ ریاض تو گویا جتے ہیں خدمت کے لئے وقف۔ مولانا محمد صادق صاحب کا "فرض پورا کر رہا" ان کی خدمت کیلئے ہر وقت مستعد تھا ۔۔۔۔ اسی جذبہ ہمدردی کا اثر ہے کہ خواجہ خاندان نے امراض چشم میں تپ دق کے مریضوں کی خدمت کے لئے "برکت علی کلینک" قائم کیا اور سترہزار روپے کے مصارف صرف تو مسلسل ہو رہے ہیں۔

حاجی برکت علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جالندھر میں بھی اپنی نعمتوں سے بھرپور نوازا اور لائل پور میں بھی ان کے پورے خاندان کو اپنی نعمتوں سے بھرپور حصہ عطا فرمایا۔ ان کی دینی خدمت میں بہت بڑا حصہ حاجی صاحب مرحوم و مغفور کی عبادات، توفیق، سخاوت، اور دعاؤں کا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان کے خاندان کو اس کا احساس ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ مرحوم حاجی صاحب کی لغزشوں کو معاف فرمائیں ان کی نیکیوں کو قبولیت سے نوازیں، انہیں اپنی رحمت خاص سے وافر حصہ عطا فرمائیں ان کی تمام منزلیں آسان ہوں اور ان کے خاندان کو زیادہ سے زیادہ اسلامی جذبہ و اسوہ شریعت کی پابندی، دین حق کی خدمت، خلق خدا کی بہبود کی توفیق سے مالا مال کریں۔

اللھم اغفر لہ مغفرۃ من عندک وارحمہ انک انت الغفور الرحیم اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

پیغ جالندھری کے والد ماجد کی رحلت

حاجی برکت علی مرحوم و مغفور کی تدفین کے بعد ان ہی محترم خواجہ حسن دین صاحب سے معلوم ہوا کہ اپنی ولی بن معروف سماجی و صحافی کارکن اور علمبردار "پیغ" ، پیغ جالندھری کے والد ماجد غفر اللہ تعالیٰ وفات پا گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔۔۔۔ عمر رسیدہ بزرگوں کی یہ بات تو نئی نسل کے لئے ہر طرح قابل رشک ہے کہ یہ حضرات مروت احسان، اخلاق اور خدا ترسی میں موجودہ نسل سے کہیں زیادہ فائق تھے عبادات ان کے ہاں معمول تھیں اور یہ لوگ شریعت کی پابندی میں ہم سے زیادہ آگے تھے۔ ابھی خبریں محترم پیغ صاحب کے والد مرحوم کے بارے میں معلوم ہوئیں۔ والد کا سایہ عظیم نعمت اور عظیم تر سعادت ہے، یہ سایہ اٹھ جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انسان کس نعمت غیر مترقبہ اور دولت بے پایاں سے محروم ہو گیا۔ انتہائی سعادتمند ہے وہ اولاد جو اپنے

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

مدیر "الاعتصام" کی حقائق سے چشم پوشی اور بہتان طرازی

اکابر اہلحدیث کی خدمت میں ایک درخواست

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے جریدہ ہفت روزہ "الاعتصام" کے مدیر حافظ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے اپنی اشاعت ۱۵ اکتوبر کے اداریہ میں حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف (مدیر المنبر) کی واجب الاحترام شخصیت پر غیر مہذب اور ناشائستہ انداز میں حملے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"انہیں مفتی محمد شفیع صاحب نے مدعو کیا اس رات بیٹھے ہی دیوبندی علماء کو بلا کر جلسے کے انعقاد کا اعلان کر دیا جس دن کانفرنس شروع ہونا تھی اور اس طرح انہوں نے اپنی خفت اتار کر دیا کہ ان کی اصل حیثیت کیا ہے اور جماعت جمعیت سے علیحدگی اور مرزائی، زہر کس کس طرح دنیا پر ہو رہا جب یہ حال ہے کہ ایک قرینہ ان دنوں بھی لائل پور اہل حدیث کانفرنس کا اختتام ہو رہا تھا دیوبندی علماء کا ایک الگ سٹیج لگا رہے تھے"

اس سطر کے طرز نگارش اور اسلوب بیان کی متانت و ثقاہت پر کچھ کہنا تو تحصیل حاصل ہے البتہ واقعات کو مسخ کرنے کی مہارت کا اظہار ضروری ہے۔ مدیر محترم یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مولانا عبدالرحیم اشرف نے لائل پور میں شبان اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد کے دن اپنے ہاں دیوبندی علماء کو ایک الگ سٹیج لگا دیا تاکہ اہل حدیث کانفرنس کو ناکام بنایا جائے۔ جو کہ اسی دیوبندی علماء کے سٹیج کا انتظام اس عاجز کے سپرد تھا جس کا مدیر محترم نے اشارہ کیا ہے۔ میں یہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ صحیح صورت حال سے سب کو مطلع کر دیا جائے۔

مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کے ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں ۱۷ اکتوبر کو بعد نماز عشاء شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق صاحب چیمہ امیر جمعیت اہل حدیث ضلع لائل پور کی صدارت میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں مفتی پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے خطاب فرمایا۔ دوسرے دن صبح ۸ بجے لائل پور شہر کے علماء کی مجلس مذاکرہ و نشست تھی۔ جس میں حضرت مفتی صاحب موصوف نے علماء کو خطاب فرمایا جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے شرکت کی۔ دوسری اکتوبر جمعۃ المبارک کے دن لائل پور شہر میں مرکزی انجمن شبان اہل حدیث کے زیر اہتمام دیوبندی مکتب فکر کے مدرسے امداد العلوم کے زیر اہتمام دو روزہ کانفرنس شروع ہو رہی تھیں۔

غور فرمائیے کہ جمعرات کی شام کے جلسہ عام اور جمعۃ المبارک کے روز صبح علماء کی مشترکہ نشست کو اہل حدیث کانفرنس کے خلاف دیوبندی علماء کا سٹیج کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس میں اہلحدیث اور دیوبندی مکتب فکر کے بزرگ شریک تھے۔

اور وقت کا کوئی تقارض نہ تھا اور یہ پروگرام صرف اہلحدیث کانفرنس کے مقابلہ کیوں ہوا؟ دیوبندی حضرات کی کانفرنس بھی اسی وقت اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ سے قریب ترین ہو رہی تھی۔ اس کے خلاف کیوں نہ ہوا؟ مرکزی انجمن شبان اہلحدیث کا ہر رکن اس امر کا اعتراف کرے گا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کے حلقہ معیت اور ان کے ادارے کے اساتذہ اور طلبہ نے اہل حدیث کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد کی مثلاً ۔۔۔۔ اہل حدیث کانفرنس میں مولانا شیخ الحدیث کی امر پر مجلس استقبالیہ کے صدر مولانا محمد صدیق صاحب فیصل آبادی نے جو مرکزی خطبہ استقبالیہ پڑھا وہ حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کے ادارے کے ایک خادم رہا تھا لیکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
المنبر
لائل پور

[illegible] رمضان المبارک [illegible] — [illegible] ستمبر ۱۹۹۰ء

جلد ۱۳ ◇ شمارہ ۳۵

رئیس التحریر
عبدالرحیم اشرف

ماضی، حال اور مستقبل

پاکستان ——— اپنی تاریخ کے اضطراب انگیز دور سے گزر رہا ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کس وقت کیا ہو جائے۔ گو ہر سیاسی بحران [illegible] کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر [illegible] کے شہرت سے اس دور کا آغاز ہوا [illegible] منصوبہ بندی کے سلسلے پر عوام کی نفرت نے سکولوں میں [illegible] کے عنوان سے پوری قوم کو [illegible] مشرقی پاکستان کی گرفتاری [illegible] سے متعلق [illegible] کیا [illegible] کا مسئلہ [illegible] پوری قوم کی [illegible] وزیر داخلہ [illegible] کے [illegible] اور [illegible] میں [illegible] کے جو اس کے بے چینی کا شکار ہیں۔

یہ مسائل [illegible] اور بعض خاص اسباب و وجوہ کی بنا پر [illegible] مظاہروں سے [illegible] اور [illegible] سیاسی جلسوں میں گولی چلنے اور پولیس و عوام کے مابین تصادم تک کے واقعات اس سیاسی کے خصوصی عنوانات ہیں اور [illegible] کے پیچھے تیز تیز خبریں مسلسل [illegible] ہو رہی ہیں۔ ٹھیک اسی دوران [illegible] مارشل لا حضرات کی سیاست میں آمد نے ایک خاص قسم کا ارتعاش پیدا کیا ہے اور [illegible] عام [illegible] ہیں اس کی اہمیت بڑھا دی ہے۔

یہ [illegible] کے جلسوں میں چند اور مسائل بھی [illegible] کا ثبوت پیش کرنے کے لئے [illegible] ہیں۔ [illegible] نے ایک [illegible] محسوس کیا اور [illegible] کانفرنس کو کر بلائی [illegible] کے [illegible] حضرات کے مطالبات تسلیم کرلئے ——— یہ خطرہ تو [illegible] میں مضطرب [illegible] ہو رہا ہے اور جوں جوں شیعہ و [illegible] کی الگ [illegible] نصاب تعلیم میں [illegible] کا فیصلہ [illegible] ایک اہم مسئلہ [illegible] دونوں [illegible] ہوں گی۔

اسمبلی انتخابات قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اشتعال انگیزی، منافرت، تصادم اور [illegible] ملکی سیاست کے [illegible] انتخابات کی حالت میں شامل ہے [illegible] سیاست کا [illegible] نہیں ظاہر ہے۔

حال کی یہ اضطراب انگیز کیفیت، مستقبل کا یہ پریشان کن تصور [illegible] اہل فکر و نظر کو دعوت دیتی ہے کہ وہ موجودہ صورت حال اور متوقع خطرات کے حقیقی اسباب [illegible] کی کوشش کریں اور [illegible] وقت [illegible] اعتبار سے موجودہ [illegible] سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اضطراب [illegible] کو [illegible] تک پہنچا دیا جائے [illegible] حکومت [illegible] ملک کی [illegible] کے [illegible] صاحب [illegible] سیاست میں [illegible] عدالت میں [illegible] نہیں [illegible] ہے اور اس کے علاوہ [illegible] قوم کی مشکلات کا [illegible] ملک و ملت [illegible] کے [illegible] جانب عوامی توجہات [illegible] جانب منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، حقیقت کے اعتبار سے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

اگر مطلب یہ ہے کہ موجودہ خلفشار مزید بڑھے اور پاکستان ——— خدانخواستہ ——— شام اور

واقعی ایسا ہی اضطراب انگیز ملک ہی کو اپنا موجودہ سیاسی حیثیت کو [illegible] کرنے تو حسب اختلاف میدان [illegible] حسب استطاعت اور علماء دین میں یا نظریۂ پاکستان کی حفاظت کے دعویدار ان سب کو قومی اور ملی سطح پر [illegible] کہ اگر وہ اسی سطح پر بھی سرجوڑ کر بیٹھتا ہوگا اور اس [illegible] صورت حال کا دیانتدارانہ تجزیہ کرنا ہوگا جو پوری قوم پر [illegible] اور جانے کس وقت یہ خطرناک سے خطرناک تر ہو جائے۔

اس اہم عنوان پر کوئی قطعی بات کہنے کے بجائے مناسب ہوگا کہ چند سوالات اہل فکر کے سامنے پیش کر دئے جائیں جو اس نازک اور اہم مسئلہ پر غور و فکر کے لئے ابتدائی مرحلہ یا بنیادی [illegible] مواد و مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ سوالات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ حصول آزادی سے اب تک ہم کوئی بھی ایسی حکومت قائم نہیں کر پائے جو انگریز دور غلامی کی حکومتوں سے بہتر ہو۔ جس میں ملک کے عوام اور تعلیم یافتہ طبقات اپنے آپ کو آزاد سمجھیں اور وہ نمایاں طور پر یہ محسوس کریں کہ اب وہ ایک آزاد قوم ہیں، حکمران اور حکام انہیں اپنا آقا نہیں، اپنا ملی بھائی سمجھتے ہیں۔

۲۔ کیا ایسا تو نہیں کہ [illegible] سے اب تک نوکر شاہی BUREAUCRACY مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی ہے اور حکمران فرد واحد ہو یا ایک جتھہ، یہ سب کے سب اپنے نظریات و تصورات کو عملی جامہ پہنانے میں اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے کے بعد اسی حالت پر قانع ہوتے چلے گئے کہ نوکر شاہی جو کچھ کرے وہ اس پر مہر تصدیق ثبت کر دیں۔

۳۔ [illegible] سے [illegible] تک جتنی بھی حکومتیں قائم ہوئیں کیا ان سب یا ان میں سے چند ایک میں نہیں یا موجودہ حکومت ایسی ہے کہ وہ علیم و بصیر خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ سکے کہ وہ کسی ایسے نظریہ کی حامل تھی یا ہے جو حصول پاکستان کے اصل مقصد کا ترجمان ہے۔

۴۔ ملکی قوانین وضع ہوتے گئے، ملک کی تعلیمی سطح، ملک کے باشندگان کی اخلاقی حالت اور معاشرتی و سیاسی احوال و ظروف کے مطابق ترتیب دئے گئے جن پر عمل کرنے اور ان کے مطابق اپنے حقوق حاصل کرنے میں عوام و خواص کو سہولت میسر آتی ——— یا اس کے برعکس، ملکی قانونی ڈھانچہ اور ضوابط کا جال پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ جس میں عوام بری طرح جکڑے چلے گئے اور نتیجۃً یہ قانونی ڈھانچہ ایک جانب آج جرائم میں اضافے، رشوت ستانی، حق ماری، ظلم و تعدی میں اضافے کا باعث بنا اور دوسری جانب اس نے عوام میں یہ ذہن راسخ کیا کہ حکمران ہر جگہ ہر دو ظالم ہوتا ہے اور اس سے کوئی تعلق عوام سے نہیں ——— اور اسی بنا پر عوام میں ہر حکومت کے خلاف بتدریج ذہنی نفرت پیدا ہوتی چلی گئی جو ہر حکومت کے خلاف ہوتی تھی۔ فرق صرف اس قدر رہا کہ جو حکومت مختصر وقفہ سے بھی اس کے خلاف نفرت بھی کم پیدا ہوئی اور جو جتنی لمبی مدت تک قائم رہی اتنا ہی اظہار بیزاری اس کے خلاف بڑھا۔

۵۔ کیا ایسا تو نہیں کہ [illegible] سے اب تک حکمرانوں نے عوام پر اعتماد نہیں کیا اور حکام نے حکمرانوں کو خوش کرنے اور ذاتی منفعت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی خاطر عوام کو دبایا، دھمکایا، پریشان کیا۔ ان کی عزت نفس کو کچلا اور قانونی ڈھانچے کی پیچیدگی، ہمہ گیر کساد و فساد دین کی صلاحیت سے [illegible] حد تک [illegible] کے بعد [illegible] اور حکمرانوں کے طرز عمل نے عوام میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ غلام تھے، غلام ہیں بلکہ غلام در غلام ہیں اور [illegible] غلام ہی رہیں گے۔

۹۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ انسٹھ سے ستر تک ہمارا تعلیمی نظام نظری اور فکری اعتبار سے تبدیلی، مسیحی، بیگانے نہ کلاتا تیار کرنے اور بیرونی نظام سے دانشوروں کو مستقل رکھا۔ مقصد اس کے نصابِ تعلیم کو ترتیب دیا تھا اور ——— مغربی ادبی تعلیمی اور نظم و ضبط کی خوبیوں سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ انگریزی عہد میں کسی شکل میں بھی موجود تھیں۔ مزید برآں ہماری تعلیم گاہیں جو ایک مغربی ذہن کی جانب سے غیر تجربی آزادی کا مرکز بنی چلی گئیں جو ایک طرف تو طلباء کو غیر ذمہ دار، انتشار پسندی کی جانب مائل اور تعلیم پر تصادم کو ترجیح دینے کا باعث بنیں اور دوسری جانب اشتراکی نظریات کے پیچیدہ نظام عمل اور لاکھوں کو ترجیح کے فلسفے اور اس کے عمل۔ توڑ پھوڑ ——— کی جانب مائل کیا ہے۔

۷۔ کیا یہ غلط ہے کہ ارباب اختیار سے اول تا ایں دم ہمارے ترجیحی ہر اعتبار سے سیاسی، معاشرتی، تعلیمی، معاشی اور دینی مسائل پیدا ہوئے ان میں حکومت اور عوام کے مابین افہام و تفہیم، استدلال سے بات کرنے اور غلط کو ترک کرنے کے بجائے قبول کرنے کے بجائے ترجیح اجتناب کیا گیا اور دلیل، شرافت اور استحقاق کو نظر انداز کر دیا گیا لیکن جب یہی بات جو دلیل سے پیش کی گئی تھی، عوامی احتجاج، مظاہرہ اور بلوہ سے پیش کی گئی تو مان لی گئی ——— نتیجۃً عوام و خواص میں یہ ذہن بنتا چلا گیا کہ اگر حکومت سے کوئی بات منوانا ہو تو اس کا موجب استدلال نہیں احتجاج ہے، پر امن رہنا نہیں توڑ پھوڑ کرنا ہے۔

۸۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ "جمہوریت" اور "ترقی" کا فلسفہ ملک میں عام سے عام تر ہوتا چلا جا رہا ہے، طلباء اور اخبارین طبقات اسکے اذہان اس سے متاثر ہو رہے ہیں کہ وہ ارباب اختیار سمیت مطالبہ اور استحصال بالجبر کرنے والوں کی اصلاح کا واحد ذریعہ یہی ہے، جو راہ روسی کے بالمقابل مارکس، لینن، ٹراٹسکی اور سٹالن اور ان کے زیر کمان کمیونسٹوں نے اختیار کیا تھا۔ اگر یہاں حالات کی "اصلاح" مطلوب ہے تو یہی طریق کار دل پذیر ہو سکتا ہے ——— اور کو جو لوگ دین پسندی کا دعوٰی کرتے ہوئے اصلاح احوال کی بات کرتے ہیں۔ وہ "ملا" بھی ہیں اور رجعت پسند طرز عمل سے وہ نہیں ناقابل التفات بھی قرار دئے رہا ہے ——— نتیجہ یہ کہ توڑ پھوڑ کرنے والے دن بدن منظم اور مقبول ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ان نوجوانوں سے کام لینے والے لیڈر اور کارکن، عوام کی زمام قیادت سنبھالیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر چلیں۔

سوالات کا یہ پہلا گروپ ہے جو ہم نے اس لئے پیش کیا ہے کہ ہماری "ملائیت" سوچنے سمجھنے والوں کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے اور وہ اولاً ان مسائل و معروضات پر ہی غور کریں جو بجز ان کے سیاسی، معاشی، اخلاقی اور دوسرے رائج تصورات کے تحت اہمیت رکھتے ہیں ——— ورنہ ہمارے نزدیک ان سے زیادہ اہمیت ان سوالات کی ہے جو ہم دوسری صحبت میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور جن کا عنوان ہے "اسلام سے متعلق امور و مباحث" ——— ان شاء اللہ اگر توفیق عطا فرمائی تو آئندہ شمارے میں پیش کئے جائیں گے۔

اختتام سخن سے پہلے ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ نظام حکومت کے بعض اہم اور بنیادی کاموں سے شدید اختلاف اور اس کے بعض کاموں سے کسی نہ کسی حد تک اتفاق اور موجودہ ارباب حکومت کے متعدد بیانات سے اتفاق اور بعض سے اختلاف کے باوجود ہماری دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ اصلاح احوال کی اگر کوئی بھی صورت ہے تو وہ دیانتداری اور ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنا ہونا چاہئیے کہ ہم موجودہ حالات کو ان واقعات کا فطری نتیجہ سمجھیں جو ہمارے دور حکومت کے ساتھ ساتھ منظر عام پر آتے چلے گئے اور جو ماضی قریب کے اثرات باشندگان ملک پر مستقل ہوتے چلے گئے جو پچھلے ۱۰-۱۵ سال سے

چند بالشت کے تھے وہ اب گھنے درخت بن چکے ہیں ——— اور اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ موجودہ حکومت کے دس برس انتہائی اہم بھی ہیں اور ملک کا مستقبل انہیں سے وابستہ ہے اور ان کے دونوں پہلوؤں میں ورود موجود ہے اور جو کچھ تجربہ کیا جائے گا اس میں اس عشرہ کی اہمیت کو خواہ مثبت ہو یا منفی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ——— لیکن جو کچھ مطلوب ہے وہ زیادہ گہری سطح پر سوچا جا رہا ہے اس لئے تجربہ سے لوگ بھی سمجھنا چاہئیے اور ذمہ دار ادارے بھی۔ اللھم احمد نا وحدنا وقارنا

مدیر الاعتصام کے غیر مہذب اداریہ پر اکابر اہلحدیث کا شدید احتجاج و اظہار بیزاری

مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اکابر کی خدمت میں چند معروضات

— شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب — مولانا محمد شریف اشرف صاحب پروفیسر جامعہ ترجمان یونیورسٹی
— مولانا محمد اسحاق چیمہ صاحب امیر جمعیت اہلحدیث لائلپور — مولانا محمد رفیق صاحب مدن پوری
— مولانا محمد ایوب صاحب فیروز پوری — پروفیسر مولانا غلام احمد حریری — مولانا محمد بشیر سیالکوٹی اور دوسرے حضرات

مدیر الاعتصام ——— مولانا حافظ احسان الہٰی ظہیر صاحب نے مدیر المنبر کے بارے میں ایک متشددانہ ترجمانی فرمائی ——— اس پر اہل علم اور المنبر نے اظہار خیال نہیں کیا اور گزشتہ شمارہ میں لکھا تھا کہ ہم اہلحدیث اکابر کے منتظر ہیں کہ وہ اس اداریہ اپنے ذمہ دارانہ موقف سے کس طرح جواب دہ ہو سکتے ہیں ——— اس سلسلے میں متعدد اکابر اہلحدیث کے خطوط، فون اور زبانی بیانات موصول ہوئے ہیں، اس اشاعت میں ان کی پہلی قسط، ایک مشترک بیان کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ اس بیان پر ضلع لائلپور کے تقریباً تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں۔ (ادارہ)

ہم مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے اراکین ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کی تازہ اشاعت میں مدیر الاعتصام حافظ احسان الہٰی ظہیر کا اداریہ بعنوان "مدیر المنبر کی اصلاحی خدمات، فتنہ خیزی اور صلح شاں" پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا جس میں انہوں نے مولانا عبد الرحیم اشرف صاحب مدیر المنبر و المحدث کو جیسی واجب الاحترام شخصیت پر نہایت غیر مہذب اور دل آزار انداز میں ذاتی حملے کئے ہیں۔ اور مسلک اہلحدیث کے دفاع کی آڑ میں ایک ایسی شخصیت کو مطعون کرنے کی ناکام سعی کی ہے، جن کی دینی خدمات قابل قدر ہیں اور ہم اس حقیقت کا برملا اظہار واضح الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا عبد الرحیم اشرف جہاں عقیدہ توحید اور مسلک اتباع سنت کے مخلص اور پرجوش مبلغ اور داعی ہیں اور جہاں وہ اسلامی افکار و نظریات کی نشر و اشاعت میں ملک کی دوسری دینی تنظیموں اور جماعتوں سے تعاون کرتے رہے ہیں وہاں انہوں نے جماعت اہلحدیث کی تبلیغ و دعوت میں ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا ہے۔

اسلئے ہم مدیر الاعتصام کی اشتعال انگیز اور افسوسناک تحریر کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے اکابر سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مسلک اہلحدیث کے ترجمان اور جریدے اور ملک کی اسلامی صحافت کے اہم رکن "الاعتصام" کو ایسی ناروا تحریروں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہمیں سے جماعت اور مسلک کو وقار مجروح ہونے کا خدشہ ہے حافظ احسان الہٰی ظہیر صاحب کو آئندہ ایسی روش سے باز رکھیں جس سے صرف اسلام دشمن حلقوں کو ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

عبد الغفور (خطیب جامع اہلحدیث نگر آباد لائلپور)

جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق ہے وہ فطری چیز ہے۔ لیکن مدیر الاعتصام کا انداز تحریر صحافتی اور اخلاقی اقدار سے عاری تھا۔

محمد بشیر پرنسپل جامعہ سلفیہ — محمد ایوب فیروز پوری ناظم جامعہ سلفیہ
محمد یعقوب — ادارۃ القرآن والحدیث لائلپور
محمد رمضان مدرس مدرسہ تجوید القرآن گوگیرہ لائلپور
محمد رفیق مدن پوری — غلام احمد
عبد الواحد خطیب جامع مسجد اہلحدیث منڈی ......
عبد الجبار خطیب جامع مسجد اہلحدیث چک ...
محمد شریف اشرف سابق پروفیسر جامعہ ترجمان یونیورسٹی
محمد اسحاق چیمہ امیر جمعیت اہلحدیث ضلع لائلپور
محمد صدیق امام مسجد اہلحدیث منٹگمری بازار لائلپور
عبد الرزاق سرگرم جنرل سٹور جھنگ بازار لائلپور
محمد عبد اللہ خطیب جامع اہلحدیث جھنگ .... لائلپور

میرے خیال میں مناسب یہ تھا کہ اختلافات کا اظہار اخبار کی بجائے ذاتی خط میں کیا جاتا۔ اس طرح دیندار لوگ اگر باہم مجادلہ و مکابرہ پر اتر آئیں تو اس سے بے دین لوگوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ علماء اور دیندار طبقہ کو بدنام کریں اور ان کو مطعون کریں۔ اس کے علاوہ بھی رائے میں ذاتی رنجش کا اظہار مناسب انداز میں نہیں کیا گیا۔

غلام احمد حریری شعبہ اسلامیات زرعی یونیورسٹی، لائلپور

جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق ہے وہ ایک فطری چیز ہے۔ مولانا عبد الرحیم اشرف صاحب کے مضمون "تنظیم اہلحدیث" میں بھی مضمون آیا ہے لیکن وہ نہایت سلجھے ہوئے الفاظ میں آیا ہے۔ الاعتصام کے مضمون سے حقارت اور نفرت کی بو آتی ہے جو ایک جماعتی آرگن کے لئے قطعاً زیبا نہیں۔

(محمد عبد اللہ)

نوٹ: (۱) حضرت مولانا غلام احمد صاحب حریری صدر شعبہ اسلامیات زرعی یونیورسٹی لائلپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب خطیب جامع اہلحدیث جھنگ بازار لائلپور نے اس بیان کی تصدیق کے ساتھ مزید تائیدی کلمات کا اضافہ کیا ہے۔

(۲) لائلپور شہر اور ضلع کی جمعیت اہلحدیث، انجمن شبان اہلحدیث کے بیشتر ارکان نے مستقلاً مدیر الاعتصام کے اداریہ پر اپنی بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اپنے نام سے اظہار معذرت کی ہے۔

عائلہ اشرف

رمضان و احتساب

خیر الفلم ان تعلموا۔ یا اسلام خود ہی کو روکے جس سے برائی کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ [illegible] احتساب [illegible] اعمال، معاملات، عبادت [illegible] اسلام [illegible] [illegible] زندگی [illegible]

[illegible] روزہ [illegible]

اسلام میں اس کے علاوہ ایک روزہ اور بھی ہے جو اس وقت [illegible] روزہ کا مقصد [illegible]

[illegible]

کو اس کے اطوار و عادات کو بگڑنے سے بچانے اور مجاہدوں کو اجاگر کرنے کے کام آتا ہے۔ [illegible] احتساب [illegible]

[illegible]

ظاہر ہے یہ بڑا کٹھن کام ہے۔ اپنے آپ کو آئینہ کے سامنے رکھ کر دیکھ ہی سکتا ہے۔ [illegible]

[illegible]

رمضان کا ماہ مقدس اگر تقویٰ اور پرہیزگاری کا نقیب بن کر آتا ہے تو احتساب [illegible] کا پیغام بھی لاتا ہے [illegible]

[illegible]

کے دسترخوان پر اس کی نعمتوں اور راحتوں پر [illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] کی علامت [illegible] دنیا کی اصلاح و فلاح کے لئے بھی غور [illegible]

رمضان کا مبارک مہینہ پروردگار کی طرف سے اپنی مخلوق کے لئے رحمتوں کے نزول کا مہینہ ہوتا ہے۔ [illegible] اسی لئے [illegible] نے اسے "شہر عظیم" اور "شہر مبارک" فرمایا۔ اس شہر عظیم کا استقبال کرتے ہوئے [illegible] کائنات اس کے [illegible]

یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر

اے نیکی کے طلبگار آگے بڑھ اور برائی کے طالب رک جا۔

یوں تو [illegible] زندگی ہے لیکن اس مقدس ماہ کے لئے خاص طور پر ہے۔ ان ایام میں خیر و برکت اور اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کی فضیلت میں بے اندازہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اجر و ثواب کے اعتبار سے اس کا مرتبہ و مقام و قدر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ [illegible]

رحمت کے دروازے کا وا ہونا اور شیاطین کے بند ہونے

تمام سال میں صرف رمضان المبارک ہی کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا شرف اور مقام عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب رمضان شروع ہو جاتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو مقید و محبوس کر دیا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب الرحمۃ وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین

جنت کے دروازے

جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو یہ شرف بخشا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ روزہ داروں کے لئے مخصوص قرار دیا اور فرمایا کہ اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکتے ہیں اس کا نام باب الریان (سیراب کرنے والا دروازہ) رکھا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب منہا باب یسمی باب الریان لا یدخلہ الا الصائمون (بخاری و مسلم)

قیام رمضان اور صیام رمضان کا مقام

رمضان کے روزوں اور قیام کی فضیلت بے حد ہے۔ اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ اس کے فضائل و برکات بے پایاں ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ

ما تقدم من ذنبہ (بخاری و مسلم) کہ جو مسلمان اپنے ایمان کا تقاضہ اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے رمضان کے روزے رکھے گا تو اس کے سابقہ گناہ روزوں کی وجہ سے معاف کر دیئے جائیں گے اور جو انسان اپنے ایمان کا تقاضہ اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ماہ رمضان میں راتوں کا قیام کرے گا تو اس قیام کی وجہ سے اس کے سابقہ گناہوں پر خط تنسیخ کھینچ دیا جائے گا۔

روزہ کا اجر :- روزہ کا کیا مقام ہے؟ اور اس کی ادائیگی سے کیا اجر و ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا فضیلت بیان فرمائی ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے۔

كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف قال الله تعالى الا الصوم فانه لى وانا اجزى به يدع شهوته وطعامه من اجلى للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف جنة واذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل انى امرؤ صائم (بخاری و مسلم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ابن آدم کی ہر نیکی کے بدلے میں دس سے سات سو گنا تک اضافہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس سے یکسر الگ ہے کیونکہ روزہ محض میری خوشنودی و رضا کے لئے رکھا جاتا ہے لہٰذا میں از خود ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ کیونکہ یہ میری ہی وجہ سے وہ اپنے کھانے اور خواہشات کو ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کی دو خوشیاں بے مثال ہوتی ہیں۔ ایک خوشی اس وقت جب وہ دن بھر کی شدت پیاس کے بعد روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ روزہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بڑھ کر ہے۔ روزہ جہنم کی ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو اسے گندہ کلام اور فضول باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ اگر کوئی اس سے گالی گلوچ سے پیش آئے یا اس سے لڑنا چاہے تو اس سے یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ بھائی میں روزہ سے ہوں۔

دو سفارشیں :- روزہ دار کے دو سفارشی ہوں گے جو قیامت کے روز اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں گے اور اسے دوزخ سے آزاد کرائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

الصيام والقرآن يشفعان للعبد يقول الصيام اى رب انى منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنى فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعنى فيشفعان

کہ روزے اور قرآن اللہ تعالیٰ کے بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ میں نے اسے دن بھر کھانے پینے اور دیگر نفسانی خواہشات سے باز رکھا۔ اس کے بارے میں میری سفارش قبول کی جائے اور قرآن کہے گا کہ اے مولا کریم میں نے اسے رات بھر میٹھی نیند سونے سے روکے رکھا اس کے بارے میں میری سفارش کو شرف قبولیت عطا فرما۔ پس ان دونوں کی سفارش شرف قبولیت حاصل کر لے گی۔

رمضان کے تین حصے :- رمضان کے مبارک مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ان حصوں کے الگ الگ فضائل و مراتب بیان کئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس کی تقسیم یوں فرمائی ہے۔ وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار (مشکوٰۃ) کہ رمضان ایسا بابرکت مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ سراسر رحمت ہے دوسرا عشرہ سراسر بخشش و غفران ہے اور آخری حصہ میں اللہ مجرموں اور گناہگاروں کو معافی دے دیتا ہے اور انہیں آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔

حوروں کی دعا :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر سال جنت کو آئندہ سال کے لئے خوب سجایا اور آراستہ کیا جاتا ہے جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور جنت کے درختوں کے پتے حوروں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ اس وقت حوریں یہ دعائیں کرتی ہیں۔ يا رب اجعل لنا من عبادك ازواجا تقر بهم اعيننا وتقر اعينهم بنا (بیہقی) کہ اے باری تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایسے ہمارے خاوند بنا جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور ان کی آنکھیں ہم کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔

روزے کا تصور :- روزے کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانیت کی۔ روزہ کا تصور ہر اُس مذہب میں پایا جاتا ہے جو کبھی بھی زمانہ میں آسمانی مذاہب میں شمار ہوتا تھا بلکہ روزہ کا تصور اور وجود ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ خواہ اس کے حاملین اپنے مذہب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ بھی کرتے ہوں البتہ روزوں کی کیفیت و کمیت میں اختلاف ہو سکتا ہے جیسا کہ آسمانی مذاہب میں قریب قریب قدر مشترک ہے۔ جیسا کہ قرآنی الفاظ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم (اس آیت میں كما كتب على الذين من قبلكم کے الفاظ بغور پڑھ لیں)

۱۔ روزہ صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اگر یہ وقفہ پورے دن سے کم ہوتا تو اس کا کوئی خاص اثر شعور و طبیعت پر نہ پڑتا۔ زندگی میں ایسے اتفاق ہوتے رہتے ہیں کہ کسی وقت کھانے کا ناغہ ہو جاتا ہے۔ اگر صحیح معنی میں پورے دن میں صرف چند گھنٹوں کا روزہ رکھا جائے تو اس کا کوئی خاص احساس اور اصلاحی اثر نہ پڑے گا اور بہت سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اپنے حساب سے ایک روز ذرا دیر سے کھانا کھایا۔

۲۔ یہ روزے رمضان کے تیس یا انتیس دن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے ایسے وقفے مسلسل ہوں تاکہ ان کے فوائد دیرپا ہوں۔ ایک طریق تربیت سے یہ بہت زیادہ مفید ہے کہ تواتر تسلسل کے ساتھ روزے رکھے جائیں۔

۳۔ ان وقتوں کی تعداد کا تعین بھی ضروری ہے کہ اس کو جسم انسانی میں معین حد تک چھوڑ دینے سے افراط و تفریط کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ بہت تھوڑے روزے رکھتے اور بہت سے لوگ بہت زیادہ روزے رکھتے اور پھر جب یہ عالمگیر فریضہ ہے اور شریعت عام مقصود ہے تو اس میں انتخاب کا حق نہیں رہنا چاہئے تھا کہ جو شخص جس مہینے میں چاہے روزے رکھے۔ اس سے عام طور پر حیلہ جوئی، عذر اور بے عملی کا دروازہ کھلتا ہے اور گریز کی راہ پیدا ہوتی ہے۔ احتساب اور باز پرس کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ جو امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جس شخص سے بھی کسی وقت اس بارے میں گفتگو کی جائے وہ یہ کہہ کر خود بند کر سکتا ہے کہ میرا معمول فلاں مہینے میں ہے اور اس کا کوئی جواب نہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ اس پیغمبرانہ رواج مٹ جائے گا۔

۴۔ ایک ہی وقت میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے۔ مسلمانوں کی پوری جماعت کا فریضہ صیام کا اہتمام کے ساتھ ایک وقت میں ادا کرنا، کمزور طبیعت والوں کے لئے بھی بہت افزائش، شوق انگیز اور فریضہ کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک عالمگیر روحانی ماحول اور ایک مکمل دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو قلوب و ارواح کے لئے موسم بہار کی سی تاثیر رکھتی ہے جس سے شوق و رغبت، توجہ و انابت، سے ہر چیز کی نشو و نما پیدا ہونے لگتا ہے۔ مسلمانوں کے اس روحانی فریضہ میں مشغول ہونے سے ملکوتی انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ دور دراز کے آئینہ حال پر انوار کا عکس پڑتا ہے۔ مسلمان عالم کا ہیں کہ جس میں ہر سال اس کو روزہ داروں کی فضا معلوم ہوتی ہے جو اس سے خود بھی تقاضا کرتی ہے کہ وہ بھی روزہ دار ہو۔ مسلمان روزہ کی شکل کر کے اپنے کو اس ماحول میں اجنبی اور دوسری طرح کا آدمی محسوس کرتا ہے۔

۵۔ ان تمام حکمتوں کی بنا پر سال میں ایک پورا مہینہ روزہ رکھنے کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ دوسری خصوصیات کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہیں رمضان کی تخصیص کی ایک کھلی وجہ یہ ہے کہ اسی ماہ مبارک میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے۔ قرآن چونکہ عالم غیب اور عالم روحانیت کی چیز ہے اور روزہ عالم مادی سے بہت حد تک آزادی، قلب و روح میں لطافت اور عالم غیب اور عالم روح سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر دیتا ہے۔ روزہ دار پر خدا کی صفات کا ایک پرتو اور اس کی شان صمدیت کا ایک عکس پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کے دل میں بیٹھنے اور روح میں پیوست ہونے کا خاص موقع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کے حقائق و لطائف سے روزہ میں زیادہ لطف آتا ہے اور ذوق زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اور یہی تراویح کی حکمت ہے۔

۶۔ روزہ زندگی میں ایک ایسا محسوس فرق اور امتیاز پیدا کر دیتا ہے کہ جس سے انسان کو اپنی سابقہ طرز زندگی، غفلت شعاری اور دنیاوی مشاغل میں تبدیلی کا فعلی تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ رمضان ایک محرک کا کام دیتا ہے جو سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگا دیتا ہے، مردہ دلوں کو زندہ کرتا، آرام طلبی کو جفا کشی اور بے حسی کو بیداری میں بدل دینے کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی فطرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حوادث اور اختلافات کو انسان کے بیدار اور ہوشیار کرنے اور اس کی طبیعت کو تیز کرنے میں بڑا دخل ہے۔ رات دن کے اختلاف کو انسان کی جسمانی و روحانی زندگی میں خاص دخل ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ هو الذى جعل الليل والنهار خلفة لمن اراد ان يذكر او اراد شكورا ۔ وہ وہی ہے جس نے بنایا رات کو اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین، واسطے اس کے جو سوچے اور شکر گزاری کا ارادہ کرے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ان فى خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لايات لاولى الالباب الذين يذكرون الله قياما وقعودا ۔ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور اختلاف لیل و نہار میں نشانیاں ہیں ان اہل عقل و دانش کے لئے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے۔

جس طرح کہ مادی طور پر رات دن کا اختلاف، ہر نئی صبح کا طلوع ہونا ایک شعور، ایک نئی آمادگی اور فعالیت کی طرف ترغیب پیدا کر دیتا ہے اسی طرح روحانی طور پر رمضان کی سالانہ آمد مسلمانوں کی بستیوں اور آبادیوں میں ایک روحانیت کا احساس اور اپنی پچھلی زندگی پر نظر، گناہوں پر ندامت اور خدا کی طرف ایک توجہ اور انابت پیدا کر دیتی ہے اور مادیت کے قلب کو بالکل بے حس نہیں بنا دیتا۔ آدمیوں کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ رمضان سالانہ احتساب اور اپنی سابقہ زندگی کا جائزہ لینے کے لئے ایک بہترین موقع ہے۔ ہر شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ اس نے گذشتہ رمضان سے اس رمضان تک کس طرح زندگی گزاری ہے اور اس نے دینی حیثیت سے کہاں تک ترقی کی ہے۔

۷۔ رمضان ہر سال ہر شخص کو دینی سطح سے ترقی دینے کے لئے آتا ہے ہر شخص جس سطح پر پہنچ گیا ہے خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے۔ ہر شخص کی امانت، روحانیت و ذوق عبادت، تعلق باللہ، اخلاص، جفاکشی، مجاہدہ و زہد و قناعت ...

(باقی صفحہ ۔)

ترجمہ و تفسیر القرآن اور میں

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوۃ و
السلام علی رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ
ومن والاہ ـــــ اما بعد

میرے بعض احباب اور کرم فرما صاحبان نے کئی مرتبہ [illegible]

[illegible]

اس کے بعد [illegible] سورۃ [illegible]

[illegible]

[illegible]

جاننا کہ کہاں رکھی رہی اور میں [illegible]

[illegible]

[illegible] اللھم اھدنی [illegible]

[illegible]

سورۃ فاتحہ کی تفسیر [illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت مولانا ابوالقاسم [illegible]

[illegible]

حکیم عبداللہ خان نصر (ملک)

ڈاکٹر فضل الرحمان پر ایک نظر

اسلام حق کا علمبردار ہے اور اظہار حق کے لئے اس کا یہ قول ہے "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" ظالم سلطان کے حضور حق بات کہنا افضل جہاد ہے

نکل جاتی ہو سچی بات جس کے منہ سے مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ ہر کٹھن وقت پر لگی لپٹی رکھے بغیر حق بات کہتے رہے..... لیکن فرنگی کی ڈپلومیسی یہ رہی کہ جو بات دل میں ہو اسے زبان آشنا نہ ہونے دیا جائے..... جب انگریز کو یہاں سے تو دو گیارہ ہوئے ایک مدت بیت گئی لیکن جن لوگوں نے اس چال سے اسے کامیاب ہوتے دیکھا انہوں نے اپنے بھائیوں پر یہی نسخہ آزمانا شروع کر دیا اور انہوں نے اسے سو فیصدی کامیاب پایا ایسے ڈپلومیٹ حضرات میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ زبان اتنی میٹھی رکھو کہ ملاقاتی یہ خیال نہ کر جائے کہ یہ تو حلوہ ہے جب چاہو اسے نگل لو لیکن اندر اتنا بس (زہر) بھرا ہو کہ جو چھو جائے وہ پانی نہ مانگے یہ اسی ڈپلومیسی کے کرشمے ہیں کہ ایک وقت پر جو بات کہی جاتی ہے دوسرے کو موقع پر حسب ضرورت اس سے صاف انکار کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمن نے اپنی کتاب "اسلام" (جو چند نام زندگی کا نور) میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ دو باتیں بھی بیان کی ہیں ایک وحی الٰہی کے ساتھ اقتباس اور دوسرے معراج جسمانی کا انکار..... یہ دونوں باتیں جمہور مسلمانوں اور سواد اعظم کے مسلم عقیدہ کے خلاف ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کے اقتباسات کا شائع ہونا تھا کہ جیسے کسی نے خرمن اسلام میں آگ لگا دی ہو مسلمانان پاکستان آتش زیر پا ہو کر ڈاکٹر موصوف کو سرکاری ملازمت سے ہٹانے و اس کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کرنے لگے اور جیسے جیسے اس کتاب کے مندرجات کا مسلمانوں کو علم ہوتا جا رہا ہے یہ مطالبہ شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے جو کہ بہت جلد ساری دنیائے اسلام کے عالمگیر مطالبے کی صورت اختیار کر لے گا۔ اسی خطرے کے پیش نظر ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کو اپنے فرمودات سے ڈپلومیسی اختیار کر کے ان سے رجوع کرنا پڑا اور اسی لئے ہمارے محترم مرکزی وزیر قانون سید محمد ظفر کو ان کی حمایت میں پریس کانفرنس بلا کر ایسی تقریر کرنا پڑی۔ جیسے کوئی وکیل اپنے ملزم موکل کی طرف سے صفائی پیش کرتا ہو ورنہ انہیں یہ جملے کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ

"یا تو اس کتاب کو تفصیلی طور پر پڑھا نہیں گیا یا صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا۔ انہیں اس کتاب میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو اسلام کے بنیادی نظریات کے خلاف ہو"

آخر میں انہوں نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں اپنی ذاتی حیثیت سے لکھی تھی اس وقت

ادارہ تحقیقات اسلامی میں داخل نہیں ہوئے تھے
اور یہ تصنیف انہوں نے مغربی ممالک کے قارئین کے
لئے لکھی تھی"

ادھر وزیر قانون کی طرف سے یہ صفائی کہ ڈاکٹر صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو اسلام کے بنیادی نظریات کے خلاف ہو اور ادھر سابق جسٹس شیخ محمد شریف صاحب کا ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے متعلق یہ فیصلہ کہ

"ڈاکٹر فضل الرحمن نے اپنی کتاب اسلام میں وحی وغیرہ مسائل کے متعلق جو فاضلانہ تاویلات اور قیاس آرائیاں فرمائی ہیں وہ اور کچھ ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا لیکن جیسے میں نے کتاب کے راقم السطور کے مطالعہ سے خاص طور پر محسوس کیا ہے میں اسے برملا کہتا ہوں کہ وہ اسلام نہیں ہیں۔"

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے
لائے ہیں بزم یار سے خبر الگ الگ

فاضل مرکزی وزیر قانون نے اس رائے کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ

"اگر اس کتاب کے خلاف احتجاج جاری رہا تو اس صورت میں حکومت ڈاکٹر فضل الرحمن اور علمائے کرام کے درمیان ایک میٹنگ بلانے کی خواہشمند ہوگی تاکہ حکومت ڈاکٹر فضل الرحمن کی کتاب اسلام کے بارے عوام کے جذبات سے باخبر ہو"

ہم اس تجویز کی تائید کرتے ہیں۔ اس لئے بھی کہ حکومت نہ صرف کتاب اسلام کے بارے ہی میں عوام کے جذبات سے باخبر ہو بلکہ حکومت کو اس قسم کے عام اجلاس بلاتے رہنا چاہئیں تاکہ آج کل بے دینی نے اسلام کے خلاف جو رخ اختیار کر رکھا ہے علمائے کرام اس سے بھی حکومت کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہیں تاکہ اس فتنہ کا سدباب کیا جا سکے۔

مسلمانوں کی اسلام دوست حکومتیں ہر دور میں ایسا کرتی رہی ہیں۔ چنانچہ عباسی دور حکومت میں ایک وقت میں فتنہ خلق قرآن نے سر اٹھایا تھا جس کے خلاف مسلمانوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور ہزاروں علماء کو اس کی وجہ سے قید و بند اور دار و رسن کی سختیاں جھیلنا پڑیں بالآخر ہارون الرشید کے دربار میں اس پر مناظرہ ہوا ایک طرف معتزلہ فرقہ تھا جس کا سرکردہ بشر مریسی تھا ان کا خیال تھا کہ قرآن مخلوق ہے دوسری جانب عام مسلمانوں کی طرف سے عبدالعزیز کی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ جن کا عقیدہ تھا کہ اللہ کا کلام (قرآن کریم) غیر مخلوق ہے۔ صدر مناظرہ خود خلیفہ ہارون رشید تھا مناظرہ کئی روز رہا بالآخر حق کی فتح ہوئی اور عبدالعزیزؒ نے معتزلہ کے جاہلانہ دلائل کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ ہارون الرشید نے فیصلہ دیا کہ اس مناظرہ میں عبدالعزیزؒ کامیاب رہے اور بشر مریسی اور اس کے حواری جو معتزلہ ناکام ہوئے۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ حق کی فتح ہوئی۔ باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ ہارون الرشید نے عبدالعزیزؒ کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور زاد راہ کے علاوہ خراجات اور آسائش مہیا کر کے انہیں سرکاری اعزاز کے ساتھ مکہ روانہ کیا یہ مناظرہ "الحیدہ" کے نام سے عربی زبان میں چھپ چکا ہے مولانا امام خان مرحوم سوہدروی نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا.....

ہمارے خیال میں وزیر قانون مجوزہ میٹنگ بلانے سے قبل اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں تاکہ انہیں موجودہ فتنہ کی نوعیت کا اندازہ ہو جائے کیونکہ ڈاکٹر فضل الرحمن کا پھیلایا ہوا موجودہ فتنہ وحی "مذکورہ فتنہ خلق قرآن سے بڑی مماثلت رکھتا ہے اس کی مختصر تفصیل بھی سن لیجئے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے وحی کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں (۱) من وراء حجاب (۲) ترسیل جبرئیل امین اور (۳) بذریعہ القاء۔ پہلے دونوں ذرائع خارجی ہیں۔ انہیں ڈاکٹر صاحب نے نظرانداز کرتے ہوئے وحی کے موخرالذکر تیسرے طریقہ پر اپنے قیاسات کی عمارت اٹھائی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ القاء مفہوم کا ہوتا ہے۔ الفاظ میں نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا وجود نہیں تھے کہ جس میں جو چیز داخل کی جائے وہ اسی طرح خارج ہو جائے بلکہ وہ ایک دانا عقل و شعور کی انتہائی بلندیوں پر فائز تھے۔ اس لئے جب انہیں وحی بذریعہ القاء ہوتی تھی تو اس مفہوم کی ادائیگی کے لئے ان کی فراست اس مفہوم کو اپنے الفاظ کا جامہ پہناتی۔ بعض اوقات ان کے اپنے خیالات بھی اس میں شامل ہو جاتے..... الخ

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے وحی اور قرآن کے متعلق یہی وہ خیالات ہیں جو جمہور مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو آتش زیر پا کر رکھا ہے مسلمانوں کے عام شدید احتجاجی اضطراب کے بعد ڈاکٹر صاحب کا جو ترجمہ کے اخبارات میں جو مضمون شائع ہوا ہے اس کا ملخص یہ ہے۔

"عام مسلمانوں کی طرح میرا یہ پختہ ایمان ہے کہ الفاظ اور معانی کے اعتبار سے قرآن پاک مکمل طور پر ربانی کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرتؐ پر نازل ہوا اور میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ معراج شریف کا واقعہ پیش آیا اور میں اس کے روحانی اور جسمانی پہلوؤں پر بھی یقین رکھتا ہوں مسلمانوں کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تین کا نہیں۔ البتہ بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ظہر اور عصر کی نمازوں اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ بھی پڑھتے رہے۔ (امروز ۲۹ اگست ۱۹۶۸ء)

اگر ڈاکٹر صاحب کی نیت بھی یہی ہے جو مذکورہ الفاظ میں بیان کی گئی ہے تو ڈاکٹر صاحب کو حکومت پاکستان سے خود درخواست کرنی چاہئے کہ میری وہ کتاب جس کے مندرجات سے عالم اسلام برافروختہ ہو گیا ہے ضبط کی جائے کیونکہ میرے وہ خیالات جمہور اسلام کے عقائد کے منافی تھے اور میں برادران اسلام سے معذرت خواہ ہوں کہ ان کے عقائد کو میرے خیالات سے ٹھیس پہنچی اور بقول وزیر قانون جن مغربی ممالک کے قارئین کے لئے وہ کتاب لکھی گئی تھی۔ ان ممالک میں ڈاکٹر صاحب اس امر کی بالوضاحت تشہیر کریں کہ میں نے وحی معراج وغیرہ کے متعلق اپنی کتاب میں جو ذکر کیا تھا۔ ان سے میں نے رجوع کر لیا ہے۔

آہ! غربت اسلام

—— مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ (مسلم عن ابی ھریرۃ) صحیح مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث ہے کہ اسلام کا ابتدائی دور غربت کا ہوگا اور آخری دور بھی غربت کا ہوگا ہو گا۔ اسلام کی غربت کے باوجود اسلام پر قائم رہیں گے وہ خوش قسمت ہیں۔ عربی زبان میں غریب کے معنی مسافر کے ہیں جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ کوئی اجنبی مسافر جب کسی ملک میں جاتا ہے تو لوگ اس کو تعجب سے دیکھتے ہیں نہ اس کا کوئی ہمدرد ہوتا ہے نہ غمگسار نہ کوئی پرسان حال۔ تاریخ اسلام میں ابتدائی دور کے حالات و واقعات تو پڑھے ہونگے حضرت بلال حضرت عمار بن یاسر حضرت خبیب حضرت ابو فکیہہ حضرت خباب بن ارت وغیرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کی دردناک داستانیں تو زبان زد خلائق ہیں آپ نے بھی سنی ہوں یا پڑھی ہوں گی یہ ہے غریب الدیار اسلام کا دور غربت اگر غور فرمائیں تو زیادہ تر عقیدے کا دور تھا تمدن و معیشت کا نہ تھا پوشاک و خوراک کا نہ تھا رنگ و صورت کا نہ تھا صرف ایک عقیدہ توحید کا دور تھا اور اسی کی دعوت پر کہا جاتا تھا۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ	بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

حق تعالٰی کی توحید اور ذات و صفات و کمالات میں یکتائی کا عقیدہ مسلمانوں کا خصوصی وصف تھا اسی وجہ سے دین اسلام کو ایک غریب الدیار مسافر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لیکن آیئے اور اسلام کی آج کی غربت پر نظر ڈالئے اس سے تمام تر اسلام کا مدار صرف زبان پر ہے۔ زبان سے بے شک اسلام اور مسلمان کا نام لیا جاتا ہے لیکن نہ عقیدہ اسلام کا نہ عمل اسلام کا نہ صورت مسلمانوں کی نہ سیرت اسلام کی۔ نام "اسلامی مملکت" اور "المملکۃ الاسلامیۃ" اور قانون ہے روس کا یا کمیونزم یا سوشلزم نام ہے اسلام کا عمل ہے سوشلزم کا، شراب خانے آباد ہیں، جوئے اور قمار کے اڈے عروج پر ہیں، رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں، مرد و زن کے روح فرسا نیم عریاں مناظر قدم قدم پر سامنے ہیں، شراب خانوں کے اشتہارات ہیں سینما اور تھیٹروں کے اشتہارات ہیں اخبارات، دیواریں پوسٹر ان اشتہارات سے اٹے پڑے ہیں، سگریٹ یا سگار منہ میں ہے نہ عمامہ ہے یا سر پر ہیٹ لگا ہے گردن میں ٹائی بندھی ہے —— جو درحقیقت عیسائیت کا امتیازی نشان اور صلیب کی علامت ہے —— سر میں کون ہے مسلمان!

عمت ہی اور عورتوں کے نام ہیں، ٹی اور ڈراموں کی کثرت کر رکھی ہے اسٹیج کو رونق دے رہے ہیں عجیب عجیب انداز سے بولیاں بول رہے اور قہقہے لگا رہے ہیں، سر سے پیر تک صورت سے سیرت تک صاحب جہاد بنے ہوئے ہیں غرض کیا کیا باتیں آج کے مسلمانوں کی شمار کی جائیں۔

اور سب سے زیادہ روح فرسا طرز عمل یہ ہے کہ تعیشوں کے اسٹیج پر مظفر کے روش بدوش میلاد النبی کے جلسے میں حج اور زیارت کی فلمیں ہیں غزوہ بدر کے ڈرامے ہیں تھوڑی بہت جو کسر باقی تھی وہ ٹیلی ویژن نے پوری کر دی

انا للہ وانا الیہ راجعون

جانکاہ صورت حال

اور ان سب سے جانکاہ صورت یہ ہے کہ اسلام اور دین اسلام کے ساتھ یہ مضحکہ خیز اور شرانگیز حرکات بھی اسلام اور خدمت اسلام ہیں، عبادت و طاعت سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے —— اس پُر فریب صورت حال سے اور ان شیطانی و طاغوتی کارناموں نے پردہ پوش عورتوں کو شریف زادیوں کو پابند شرم و حیا لڑکیوں کو حسن زادیٔ عفت و عصمت سے نکال کر فسق و فجور کے ان حیا سوز مرکزوں میں پہنچا دیا "فیا غربۃ الاسلام" قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں ہر کافر عقیدے کے اظہار اور اشاعت کی آزادی ہے جو جس کو چاہے کافر بنا دے مرتد بنا دے کوئی پرسان حال نہیں محاسبہ نہیں، کوئی جرم نہیں، سادہ لوح مسلمان اور عیسائی مشنریاں، بھیڑوں میں بھیڑیئے کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے کہ جو چاہے کریں نہ اسلامی حمیت ہے نہ اسلامی غیرت ہے۔

جاں سوز غربت اسلام

سب سے بڑی صدمے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے آہ! "دین اسلام" سر سے پیر تک غریب ہی غریب ہے کسمپرسی کی حالت میں کراہ رہا ہے نہ کوئی تیماردار ہے نہ کوئی غمخوار!

اگر آج کوئی صحابی زندہ ہو جائے اور ہمارے اسلامی ملکوں کا یہ نقشہ دیکھے، کیا وہ باور کر سکے گا کہ یہ اسلامی مملکت ہے اور یہ اس کے مسلمان باشندے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے۔

وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَالثَّغَبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِيَ	خدا کی قسم میں کیا کہوں کہ یہ دنیا کیا رہ گئی ہے اس کی مثال ایسی حوض کی ہے جس کا تھرا اور صاف پانی پی لیا

كَدَرُهٗ | پایا ہوا وہ گدلا اور گندہ پانی باقی رہ گیا

یہ خلافت راشدہ کا دور ہے اس زمانہ کی بات فرما رہے ہیں حضرت ابن مسعود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے وفات پا چکے ہیں اگر آج کے دور کو دیکھیں تو پھر ہی سوچئے کیا کہیں گے؟ حضرت ابن عمر ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے تشریف لے گئے اذان کے بعد مؤذن نے اتفاق سے دوبارہ نماز کا اعلان کر دیا چونکہ حدیث میں اذان کے بعد دوسری نماز کا اعلان ثابت نہیں ناراض ہو کر فوراً مسجد سے نکلے اور اپنے ساتھی تعجب سے فرمایا۔

اُخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ	چلو اس بدعتی کے یہاں سے نکلو

آج کوئی صحابی ان ممالک اسلامیہ میں آ نکلیں وہ اسلام کا نقشہ دیکھ کر کیا فیصلہ فرمائیں گے؟

طائفہ علمبرداران حق

یہ اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اللہ جل و علیٰ کا آخری کا آخری پیغام جس طرح قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ہے اور اس کے ذریعہ اللہ جل جلالہ کی حجت تمام مخلوقات پر پوری ہو رہی ہے اور اسلام کی علمی سرمایہ کی حفاظت کی گئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے عملی اسلام کے خد و خال بھی آج محفوظ ہیں اور ہر دور حق تعالیٰ امت محمدیہ کی کسی ایک جماعت کو حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے تاکہ عملی نقشہ بھی سامنے رہے چنانچہ صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں بروایت حضرت امیر معاویہؓ صاف اعلان فرمایا گیا ہے۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اَوْ كَمَا قَالَ

یعنی قیامت تک ایک جماعت ہمیشہ حق پر عمل کرنے والی موجود رہے گی۔ مخالفین و دشمنان اسلام کی تدبیریں ہے ان کو کوئی ضرر نہ پہنچ سکے گا۔ بہرحال یہ جو کچھ بھی ہے صرف شخصی اسلامی زندگی کا نقشہ ہے۔ افراد امت میں ہمیشہ ایسے ملیں گے لیکن جہاں تک تعلق پورے معاشرہ اور مسلمان حکومتوں کا ہے، افسوس کہ ان میں تمام اسلامی آثار و نشانات مٹتے جا رہے ہیں۔ مراکش و الجزائر و تیونس سے لے کر انڈونیشیا تک کا تمام ممالک اسلامیہ میں اسلام کی حیثیت ایک اجنبی مسافر کی ہے۔ صحیح قانون اسلام ہر حکومت میں تقریباً ختم ہو چکا ہے دو ملک البتہ ایسے ہیں جہاں کچھ کچھ آثار باقی ہیں مملکت عربیہ سعودیہ اور مملکت افغانستان اور کسی قدر مملکت لیبیا لیکن معاشرے کا حلیہ ان ممالک میں بھی بگڑتا جا رہا ہے اس مغربی تمدن و تہذیب کا پنجہ اتنا شدید ہے کہ کوئی مملکت بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں۔

خیر ہمیں تو اپنے وطن اور اپنی مملکت کی فکر ہونی چاہئے انتہائی افسوس ہے کہ جو توقعات تھیں وہ سب خاک میں مل گئیں اور دشمنان اسلام کی تدبیریں پوری طور پر کارگر ہو گئیں صدمہ صرف اس کا ہے کہ یہ تمام تخریب

بقیہ: رمضان و احتساب

قرآن اور روزہ دونوں کا تعلق نزول و مقام سے بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان اس کی طرف سے اتنے ہی بلند مرتبہ کا حامل ہے اور زیادہ بلند منزل کا شوق و ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے ایام اور رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی روحانی ترقی کا موقع حاصل کر سکتا ہے۔ ماہ مبارک تقریباً پورا ہو جاتا ہے، ذکر و عبادت میں جذبہ مسابقت پیدا ہوتا ہے۔ ایسے دینی ماحول اور روزہ داروں کا ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا ہے۔ غرض کہ روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ غرض وہ سارے مواقع بہم پہنچ جاتے ہیں جو انسان کی روحانی ترقی اور اصلاح کے لئے ضروری اور مفید ہیں اور ہر شخص کو اپنی اپنی سعی کے مطابق ترقی کرنی ہے۔

۸۔ رمضان کے روزہ کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کا ایک کھلا ہوا مظہر ہے۔ اس سے بڑھ کر اطاعت کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ نعمتوں کی موجودگی میں اور ہر چیز کے استعمال کی قدرت کے باوجود محض امتثال حکم کے لئے اس نے ہر چیز پر قفل لگا لیا ہے۔ یہ قفل اللہ کے حکم سے کھلتا ہے اور اللہ کے حکم سے لگتا ہے۔ جب کھانے کا حکم ہوا تو وقت کھانا کھایا اور جب کھانے کا حکم ہو جائے تو اس وقت تعمیل ارشاد میں دیر کرنا غلط ہے۔ اسی لئے آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار کرنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۹۔ روزہ میں جب وہ چیزیں بھی ممنوع ہو جاتی ہیں جو روزے کے علاوہ ہمیشہ سے حلال و طیب ہیں اور روزہ کے بعد ہمیشہ حلال و طیب رہیں گی تو وہ چیزیں جو ہمیشہ سے ممنوع ہوں گی جو روزہ سے پہلے بھی حرام اور ممنوع تھیں اور روزہ کے بعد بھی حرام اور ممنوع ہوں گی یعنی غیبت، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، بے حیائی، جھوٹ، روزہ کی روح یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب اور نفرت پیدا ہو۔ اور روزہ کے درمیان میں ان سے مکمل اجتناب ہو۔ اگر صرف کھانے پینے سے روزہ رہا اور تقویٰ نہ پیدا ہوا تو یہ ایک بے روح روزہ ہے جو صرف فاقہ ہے۔ اسی میں روزہ کی اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ۔



اسلام کے نام پر کی جا رہی ہے۔

حکومتوں کی اصلاح کیلئے سیاسی راستے بیکار ہیں

تجربے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ حکومتوں کی اصلاح کے سیاسی راستے بیکار ہیں، انتخابات میں حصہ، جلسے جلوس، مظاہرے، پراپیگنڈے، اخبارات کے ذریعہ اصلاح کی توقع یہ سب حربے بے اثر اور بے نتیجہ ہیں ان کے اثرات اگر ہوتے بھی ہیں تو دیرپا نہیں ہوتے سطحی اور وقتی ہوتے ہیں۔ چند افراد اگر اسمبلی میں شدید جد و جہد کے بعد پہنچ بھی گئے تو نقار خانے میں طوطی کی آواز سے ان کی حیثیت زیادہ نہیں ہوتی۔ بارہا یہ تجربہ ہو چکا ہے۔ بقول "من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ" (یعنی تجربہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہ کرنا ندامت کا باعث ہے) اب تو تمام تر مرکز توجہ عوام کی انفرادی اصلاح ہونی چاہئے اس کے بعد معاشرے کی اصلاح پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اگر عوام کی اصلاح ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ انہی میں سے ارباب اقتدار آئیں گے انہی میں سے ارکان اسمبلی ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اگر جمہوریت کے رجحانات صحیح ہوں گے تو اقتدار کے خواہاں کرسی کے خواہش مند مجبور ہوں گے کہ وہ طریقے اور لائحہ عمل اختیار کریں جس پر عوام سے خراج تحسین مل سکیگا ضرورت اس کی ہے کہ اسلام کے علمبرداروں کی پوری جد و جہد افراد اور معاشرے کی اصلاح کے رخ پر ہونی چاہئے بلاشبہ راستہ طویل ہے وقت زیادہ لگے گا لیکن اگر کوئی امید اصلاح کی ہو سکتی ہے تو اسی صورت میں

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند!

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ پرسکون طریقے پر دعوت الی اللہ کا پیغام ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا جائے اور بازاروں، دکانوں، دفتروں سے لیکر اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں تک اس کے دائرے کو وسیع بنا دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ

حاجی برکت علی مرحوم

والدین کی رضا طلبی میری تربیت ہے۔ جیسے فرمایا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے، بدبخت ہے وہ جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہیں خوش کر کے جنت نہیں خرید لی۔ یہ نعمت تھوڑی قابل قدر ہے، اور اس کی قدر اس لئے اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے ہونی چاہئے کہ ہر نوجوان کل بڑھاپے کی منزل میں داخل ہونے والا ہے، اس وقت اسے اپنی اولاد سے اپنی خدمت اور عزت افزائی کی ضرورت ہوگی اگر آج اس نے آج اپنے باپ کو خوش کر کے ان کی دعائیں لیں تو کل اسے بھی یہی مسرت اپنی اولاد سے حاصل ہوگی۔ نسیم صاحب کو اپنے ممتاز روپیہ دار والد کی خدمت کا موقع ملا، اللہ تعالےٰ انہیں مسلسل ترقیاں دے اور مرحوم بزرگ کو اپنی رحمت خاص سے نوازیں۔ آمین ثم آمین۔

ٹنڈر نوٹس

[illegible]

نمبر شمار	نام تفصیل کام	تخمینہ رقم	زر ضمانت	میعاد
۱	[illegible]	[illegible]	۳۳۴۳۰/-	۵ ماہ
۲	ایضاً [illegible]	[illegible]	[illegible]/-	۶ ماہ
۳	[illegible]	[illegible]/-	۳۲۹۲۰/-	۵ ماہ
۴	ایضاً (حصہ دوم) میل [illegible] تا ۱۰۰۰	[illegible]/-	۳۵۱۳۰/-	۵ ماہ
۵	ایضاً (حصہ سوم) میل نمبر [illegible] تا ۱۰۰۰۰	[illegible]/-	۱۹۵۲۰/-	۵ ماہ

بقیہ: الاعتصام

سے تیار کیا تھا اور کانفرنس نے متفقہ طور پر [illegible] کی کمالیں کے بارہ ۱۰ اہلحدیث کانفرنس کے کارکنوں سے مولانا محمد یوسف صاحب انور [illegible] کے مقالہ کی فرمائش [illegible] کر لیا۔

ب۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے اجلاس میں مولانا عبدالرحیم اشرف کے صاحبزادے مرحوم خالد اشرف نے [illegible] اہلحدیث کانفرنس کے انعقاد کا پر زور اعلان کیا اور مولانا قاضی عبدالخالق صاحب [illegible] کے خطبہ جمعۃ المبارک میں شرکت کرنے کی درخواست کی اور کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی اور کانفرنس کے اختتام تک شریک رہے۔

ج۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے طلبہ نے عربی اور اردو کے متعدد چارٹس اور بورڈ تیار کر کے اہلحدیث کانفرنس کے پنڈال میں آویزاں کئے۔

خدارا غور کیجئے کہ ان حقائق کی موجودگی میں یہ تاثر دینا کہاں تک درست ہے کہ مولانا عبدالرحیم اشرف نے اہلحدیث کانفرنس کے خلاف محاذ قائم کر کے مسلک اہلحدیث کی نشر و اشاعت کی راہ میں روڑے اٹکائے کیا یہ صریحاً بہتان نہیں؟ اور کیا مسلک اہلحدیث کے نام پر الزام تراشی اور بہتان طرازی روا ہے؟

محمد رشید بی اے۔ ناظم تعلیمات جامعہ تعلیمات اسلامیہ لائلپور



عبدالرحیم اشرف پبلشر نے رفاہ پرنٹنگ پریس میکلوڈ روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر المنبر ۲۲۸ جناح کالونی لائلپور سے شائع کیا۔